Fan-e-masnavi nigari aur Irteqa

B.A Urdu (H)

Lecture-2

غزل کی طرح مثنوی میں بھی زیادہ تر شعرا نے طبع آزمائی کی ہے اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ اس میں ردیف وقوافی کی پابندیاں بہت آسان ہیں اور خیالات کے اظہار کی گنجائش بہت زیادہ ہے۔ابتداء مثنوی میں صرف تسلسل اور قافیہ کی پابندی ضروری تھی۔مگر وقت گذرنے کے ساتھ اس میں اور بہت سی باتیں شامل کر لی گئیں۔منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ سمجھی گئی کہ قصیدہ کی طرح مثنوی میں بھی چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔مثلاً حمد، نعت، منقبت، تعریف بادشاہ، تعریف سخن، قصیہ یا واقعہ پھر خاتمہ لیکن درحقیقت سبھی مثنوی نگاروں نے اس کا اہتمام ملحوظ نہیں رکھا ہے۔مثنوی کا تعلق فارم ہی سے صرف نہیں خیال سے بھی ہے۔ابتدائی دور مثنوی نگاری میں جیسا کہ قبل عرض کیا گیا ہے مذہبی خیالات کی اشاعت اور ترسیل کے لیے اس صنف کو اپنایا لیکن بعد کو اس میں قصے کہانایاں بھی نظم ہونے لگیں۔مجاز کے پردے میں کبھی کبھی حقائق و معرفت کی بھی باتیں ہوتی رہیں۔

مثنوی نگاری کے سلسلے میں جب دہلی پر نظر پڑتی ہے تو پہلا نام شاہ مبارک آبرو کا آتا ہے جنہوں نے ''آرائش معشوق'' کے نام سے ایک مثنوی لکھی۔آبرو کے بعد خان آرزو، حاتم اور مرزا مظہر جان جاناں کا نام آتا ہے۔لیکن اس وقت تک مثنوی نگاری دکنی شعرا کے سرمائے سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔اس دور کے بعد میر اور سودا کا دور ہے جو اردو شاعری کی بڑی ترقی کا دور ہے۔تمام اصناف سخن بہ شمول مثنوی اس عہد میں انتہائے کمال کو حاصل کیا۔اسی دور میں میر حسن جیسا باکمال مثنوی نگار ہوا۔میر حسن کے ذکر سے پہلے میر سوز، مرزا رفیع سودا، میر تقی میر کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔میر سوز کے دیوان میں غزل اور رباعیوں کے علاوہ مثنوی بھی موجود ہے جو صفاتی وسلاست کے لحاظ سے قابل ذکر

ہے۔مرزا رفیع سودا کا اصل میدان اگر چہ قصیدہ اور ہجو تھا لیکن اس صنف مثنوی میں بھی طبع آزمائی کی اور چوبیس مثنویاں لکھیں جن میں لطائف، حکایات اور پہلیاں نظم کی گئی ہیں۔ میر تقی میر نے بھی کئی مثنویاں لکھیں۔ ان میں مثنوی اژدرنامہ، مثنوی شعلہ عشق، مثنوی جوش عشق، مثنوی دریائے عشق، مثنوی اعجاز عشق، مثنوی خواب وخیال اور مثنوی معاملات عشق اہم ہیں۔اگر چہ میر تقی میر کی مثنویاں میر حسن کی مثنویوں تک نہیں پہنچتیں لیکن مثنوی نگاری کی تاریخ میں اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اردو مثنوی نگاری میر حسن کے ہاتھوں عروج کو پہنچی اور انہوں نے گیارہ مثنویاں لکھی ہیں جن میں سحر البیان، رموز العارفین، گلزار ارم، خوان نعمت مقبول عام ہیں۔ان میں مثنوی سحر البیان جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری، زبان کی سادگی، سلاست، روانی، صفائی، شائستگی، برجستگی اور انداز بیان کی جاذبیت کے اعتبار سے بے مثل ہے۔اس کا سال تصنیف ۱۷۸۵ء ہے۔اس کے بعد جن لوگوں نے مثنوی نگاری کے میلان کو وسیع کیا ان میں انشاء، جرأت، رنگین، حسرت، دہلی، منیر شکوہ آبادی اہم ہیں لیکن میر حسن کے بعد مثنوی نگاری کی صنف کو وقار دینے والے پنڈت دیاشنکر نسیم ہیں۔ان کی مثنوی ''گلزار نسیم'' مقبول عام ہے۔ کیونکہ ''گلزار نسیم'' لکھنؤ کی نمائندہ ترین مثنوی ہے اور اسی سے دبستان لکھنؤ کی بنیاد پڑتی ہے۔دیاشنکر نسیم کا دور لکھنؤ کی فارغ البالی کا دور تھا۔سحر البیان اور اگلزار نسیم میں واضح فرق یہ ہے کہ سحر البیان اگر سادگی بیان جذبات نگاری گھلاوٹ اور حقیقت نگاری کا نمونہ ہے تو ''گلزار نسیم'' صناعی، حسن کاری، چست بندش، نادر تشبیہات اور واقعہ نگاری کی عمدہ مثال۔

نسیم کے بعد قلق کا نام آتا ہے انہوں نے کئی مثنویاں لکھیں جو محض لفظی تصنعات سے پر ہیں۔لیکن طلسم الفت، زبان وبیان دونوں ہی خوبیوں سے مملو اور قابل قدر ہے۔اور نواب مرزا شوق قدوائی بھی اپنی اہمیت آپ رکھتے ہیں۔ مغلیہ حکومت کے آخری دور میں مومن، ذوق، غالب اور داغ جیسے نامور شعرا ہوئے ہیں ان میں مومن اور داغ کا نام ہی مثنوی نگاری کے سلسلے میں لیا جاسکتا ہے۔ان کی مثنویاں قابل قدر ہیں۔

دور جدید کے اثرات سے اردو ادب کی مختلف اصناف کی طرح مثنویوں کو بھی اثر پذیر کیا۔مثنوی کو حقیقت سے قریب لانے کی کوشش ہوئی اور اس سلسلے میں بھی الطاف حسین حالی کا نام سرفہرست ہے۔انہوں نے مناظرہ تعصب وانصاف، رحم وانصاف، برکھارت وغیرہ مثنویاں لکھیں۔ان کی زبان سہل اور طرز ادا فطری ہے۔ان میں مقصدیت بھی ہے۔اس سلسلے میں محمد حسین آزاد کا نام بھی قابل ذکر ہے۔آزاد نے بھی حالی کی طرح ہی جدید طرز کی مثنویاں لکھیں۔

ان میں مثنوی شب قدر، حب وطن، ابر کرم، اور صبح امید قابل ذکر ہیں۔ان کے بعد بھی یہ سلسلہ برقرار رہا۔

Dr. H M Imran

Assistant Professor

Deptt. of urdu, S S C ollege, Jehanabad

imran305@gmail.com

سحرالبیان (میر حسن)

اردو مثنویوں کی تاریخ میں میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' ایک نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔میر حسن نہ صرف یہ کہ ایک قادرالکلام شاعر تھے بلکہ مثنوی نگاری کا انہیں ملکہ حاصل تھا۔انہوں نے چھوٹی بڑی گیارہ مثنویاں لکھیں جن میں رموز العارفین، گلزار ارم، خوان نعمت وغیرہ لائق ذکر ہیں۔لیکن ان کی تمام مثنویوں میں ''سحر البیان'' کو بطور خاص اہمیت حاصل ہے۔یہ مثنوی میر حسن کی آخری تصنیف ہے۔جسے انہوں نے ۱۷۸۵ء/ ۱۱۹۹ھ میں مکمل کیا۔بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:

''کتب خانہ انڈیا آفس، لندن کی مطبوعہ ہندوستانی کتابوں کی فہرست سے معلوم